

جو قانون بنایا ہے اسی کے مطابق وہ پیدا ہوگا۔ اس کو توڑو گے تو اپنے آپ کو خود ہلاک کرو گے۔

یہ مثال جو اس تفصیل کے ساتھ میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے اس پر آپ غور کریں تو آپ کی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ آج آپ کی عبادتیں کیوں بے اثر ہو گئی ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے بھی آپ سے بارہا بیان کر چکا ہوں سب سے بڑی غلطی یہی ہے کہ اپنے نماز روزے کے ارکان اور ان کی ظاہری صورتوں ہی کو اصل عبادت سمجھ رکھا ہے اور آپ سب سے بڑی غلطی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جس نے یہ ارکان پوری طرح ادا کر دیئے اسے بس اللہ کی عبادت کر دی۔ آپ کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھانے کے چاروں ارکان، یعنی نوالے بنانا، منہ میں رکھنا، چبانا، اور حلق کے نیچے اتار دینا، بس انہی چاروں کے مجبوسے کو کھانا سمجھتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ جس نے یہ چار ارکان ادا کر دیئے اس نے کھانا کھایا اور کھانے کے فائدے اس کو حاصل ہونے چاہئیں، خواہ اس نے ان ارکان کے ساتھ مٹی اور پتھر اپنے پیٹ میں اتارے ہوں، یا روٹی کھا کر فوراً تھے کر دی ہو۔ اگر حقیقت میں آپ لوگ اس حماقت میں مبتلا نہیں ہو گئے ہیں تو مجھے بتائیے یہ کیا ماجرا ہے کہ جو روزہ دار صبح سے شام تک برابر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے وہ اس عبادت کی حالت میں جھوٹ کیسے بولتا ہے؟ غیبت کس طرح کرتا ہے؟ اس کی زبان سے گالیاں کیوں نکلتی ہیں؟ وہ عین عبادت الہی کی حالت میں لوگوں کے حق کیسے مار کھاتا ہے؟ حرام کھانے اور حرام کھلانے کو کام کس طرح کر لیتا ہے؟ اور پھر یہ سب کام کر کے بھی اپنے نزدیک یہ کیسے سمجھتا ہے کہ میں نے خدا کی عبادت کی ہے۔ کیا اس کی مثال اس شخص کی سی نہیں ہے جو راکھ اور مٹی کھاتا ہے اور محض کھانے کے چار ارکان ادا کر دینے کو سمجھتا ہے کہ کھانا اسی کو کہتے ہیں۔ پھر مجھے بتائیے یہ کیا ماجرا ہے کہ رمضان بھر میں تقریباً ۳۶ گھنٹے خدا کی عبادت کرنے کے بعد جب آپ فارغ ہوتے ہیں تو اس پوری عبادت کے تمام اثرات سوال کی پہلی تاریخ ہی کو کا فور ہو جاتے ہیں۔ ہندو اپنے تہواروں میں جو کچھ کرتے ہیں وہی سب آپ عید کے زمانے میں کرتے ہیں۔ حدیہ ہے کہ شہروں میں تو عید کے روز بدکاری اور شراب نوشی اور

قاربازی تک ہوتی ہے۔ اور بعض ظالم تو میں نے ایسے دیکھے ہیں جو رمضان کے زمانے میں دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو شراب پیتے اور زنا کاری کرتے ہیں۔ عام مسلمان خدا کے فضل سے اس قدر بگڑے ہوئے تو نہیں ہیں، مگر رمضان ختم ہونے کے بعد آپ میں سے کتنے ایسے ہیں جن کے اندر عید کے دوسرے دن بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کا کوئی اثر باقی رہتا ہو؟ خدا کے قوانین کی خلاف ورزی میں کوئی کسر اٹھا رکھی جاتی ہے؟ نیک کاموں میں کتنا حصہ لیا جاتا ہے؟ اور نفاذیت میں کیا کمی آجاتی ہے؟ سوچیے اور غور کیجیے کہ اس کی وجہ آخر کیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں عبادت کا مفہوم اور مطلب ہی غلط ہو گیا ہے۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سحر سے لے کر مغرب تک کچھ نہ کھانی اور نہ پینے کا نام روزہ ہے اور بس یہی عبادت ہے۔ اس لئے روزے کی تو آپ پوری حفاظت کرتے ہیں۔ خدا کا خوف آپ کے دل میں اس قدر ہوتا ہے کہ جس چیز میں روزہ ٹوٹنے کا ذرا سا اندیشہ بھی ہو اس سے بھی بچتے ہیں۔ اور اگر جان پر بھی بن جائے تب بھی آپ کو روزہ توڑنے میں تا مل ہوتا ہے لیکن آپ نہیں جانتے کہ یہ بھوکا پیاسا رہنا اہل عبادت نہیں بلکہ عبادت کی صورت ہے۔ اور یہ صورت مقرر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ آپ کے اندر خدا کا خوف اور خدا کی محبت پیدا ہو، اور آپ کے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ جس چیز میں نیا بھر کے فائدے ہوں مگر خدا ناراض ہوتا ہو اس سے آپ اپنے نفس پر جبر کر کے بچ سکیں، اور جس چیز میں طرح کے خطرات اور نقصانات ہوں مگر خدا اس سے خوش ہوتا ہو، اس پر آپ اپنے نفس کو مجبور کر کے آمادہ ہو سکیں۔ یہ طاقت اسی طرح پیدا ہو سکتی تھی کہ آپ روزے کے مقصد کو سمجھتے اور ہمینہ بھرتک اپنے خدا کے خوف اور خدا کی محبت میں اپنے نفس کو خواہشات سے روکنے اور خدا کی رضا کے مطابق چلانے کی جو مشق کی ہے اس کام لیتے مگر آپ تو رمضان کے بعد ہی اس مشق کو اور ان صفات کو جو اس مشق سے پیدا ہوتی ہیں اس طرح نکال پھینکتے ہیں جیسے کھانا کھانے کے بعد کوئی شخص انگلی ڈال کر قے کر دے۔ بلکہ آپ میں سے بعض لوگ تو روزہ کھونے کے بعد ہی دن بھر کی پرہیزگاری کو اگل دیتے ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیے کہ رمضان اور اس کے روزے کوئی

ظلم تو نہیں ہیں کہ بس ان کی ظاہری شکل پوری کر دینے سے آپ کو وہ طاقت حاصل ہو جائے جو حقیقت میں روزے سے حاصل ہونی چاہئے۔ جس طرح روٹی سے جسمانی طاقت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ معدے میں جا کر ہضم نہ ہو اور خون بن کر جسم کی رگ رگ میں نہ پہنچ جائے، اسی طرح روزے سے بھی روحانی طاقت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ آدمی روزہ کے مقصد کو پوری طرح سمجھے نہیں اور اپنے دل و دماغ کے اندر اس کو اترنے اور خیال، نیت، ارادہ اور عمل سب پر چھا جانے کا موقع نہ دے۔ یہی سبب کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کا حکم دینے کے بعد فرمایا تَحْكُمُوْا تَتَّقُوْنَ۔ یعنی تم پر روزہ فرض کیا ہے، شاید کہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس سے تم ضرور متقی و پرہیزگار بن جاؤ گے۔ اس لئے کہ روزے کا یہ نتیجہ تو آدمی کی سمجھ بوجھ اور اس کے ارادے پر موقوف ہے۔ جو اس کے مقصد کو سمجھے گا اور اس کے ذریعہ سے اصل مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا وہ تو تھوڑا یا بہت متقی بن جائے گا۔ مگر جو مقصد ہی کو نہ سمجھے گا اور اسے حاصل کرنے کی کوشش ہی نہ کرے گا اسے کوئی فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے روزے کے اصل مقصد کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور یہ سمجھایا، کہ مقصد سے غافل ہو کر بھوکا پیاسا رہنا کچھ مفید نہیں۔ چنانچہ فرمایا:-

من لم یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْحُلْبِ
فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ شَبَابَهُ
جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ بے عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس کا کھانا اور
پانی چھڑوا دینے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں ہے۔
دوسری حدیث میں ہے کہ سرکار نے فرمایا:-

كَمَنْ صَامَ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ لَا
النَّظْمُ أَوْ كَمَنْ قَامَ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ لَا
بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک پیاس
کے سوا ان کے پتے کچھ نہیں ٹپتا۔ اور بہت سے راتوں کو کھڑے رہنے
والے ایسے ہیں کہ اس قیام سے رات بگے کہ سوا ان کے پتے کچھ نہیں ٹپتا۔
الشہر۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب بالکل صاف ہے۔ ان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ محض بھوکا اور

پیارا مہنا عبادت نہیں ہے، بلکہ اصل عبادت کا ذریعہ ہے، اور اصل عبادت ہے خوف خدا کی بنا پر اس کے قانون کی خلاف ورزی سے بچنا، اور محبت الہی کی بنا پر ہر اس کام کے لئے شوق سے لیکن جس میں محبوب کی خوشنودی ہو، اور نفسانیت سے بچنا جہاں تک بھی ممکن ہو۔ اس عبادت سے جو شخص غافل رہا اس نے خواہ مخواہ اپنے پیٹ کو بھوک پیاس کی تکلیف دی۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت کب تھی کہ بارہ چودہ گھنٹے کے لئے اس سے کھانا پینا چھڑوا دیتا۔

روزے کے اصل مقصد کی طرف سرکار اس طرح توجہ دلاتے ہیں کہ :-

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جس نے روزہ رکھا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے متعلق ایک مسلمان کا جو عقیدہ ہونا چاہئے وہ عقیدہ ذہن میں پوری طرح تازہ رہے۔ اور احتساب کا یہ مطلب ہو کہ آدمی ہر وقت اپنے خیالات اور اپنے اعمال پر نظر رکھے کہ کہیں وہ اپنے ایمان کے خلاف تو نہیں چل رہا ہے۔ ان دونوں چیزوں کے ساتھ جو شخص رمضان کے پورے روزے رکھ لے گا وہ اپنے پچھلے گناہ بخشوا لے جائے گا اس لئے کہ اگر وہ کبھی سرکش و نافرمان بندہ تھا بھی تو اب اس نے اپنے مالک کی طرف پوری طرح رجوع کر لیا، اور التائب من الذنب کمن لا ذنب۔ دوسری حدیث میں آیا ہے :-

الصَّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمٍ اَحَدٍ كَمْ فَلَا يَرِفُّ وَلَا يَكْتَحِبُ - فَاِنْ سَابَتْهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَتْهُ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ اُمْرٌ صَائِمٌ

روزے ڈھال کی طرح ہیں کہ جس طرح ڈھال دشمن کے وار سے بچنے کے لئے ہے اسی طرح روزہ بھی شیطان کے وار سے بچنے کے لئے ہے۔ لہذا جب کوئی شخص روزے سے ہو تو اسے چاہئے کہ اس ڈھال کو استعمال کرے اور دنگے فساد سے پرہیز کرے۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اس کو کہہ دینا چاہئے کہ بھائی میں روزے سے ہوں۔ مجھ سے تم یہ توقع نہ رکھو کہ تمہارے اس مشغلہ میں لو لگا

دوسری احادیث میں حضور نے بتایا ہے کہ روزے کی حالت میں آدمی کو زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنے چاہئیں اور ہر بھلائی کا شوقین بن جانا چاہئے خصوصاً اس حالت میں اس کے اندر اپنی دوسری بھائیوں کی ہمدردی کا جذبہ تو پوری شدت کے ساتھ پیدا ہو جانا چاہئے، کیونکہ وہ خود بھوک پیاس کی تکلیف میں مبتلا ہو کر زیادہ اچھی طرح محسوس کر سکتا ہے کہ دوسرے بندگان خدا پر غریبی اور مصیبت میں کیا گزرتی ہوگی۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ خود سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں عام دنوں سے زیادہ رحیم اور شفیق ہو جاتے تھے۔ کوئی سائل اس زمانے میں حضور کے دروازے سے خالی نہ جاتا۔ اور کوئی قیدی اس زمانے میں قید نہ رہتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔

من فطر فیہ صائماً کان لہ
مغفرۃ لذنوبہ وعتق رقبتہ من
النار کان لہ مثل اجرہ من غیر ان
ینتقص من اجرہ شیء۔
جس نے رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو یاس کے
گناہوں کی بخشش کا اور اس کی گردن کو آگ سے چھڑانے
کا ذریعہ ہوگا اور اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا
اس روزہ دار کو روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔

خطبہ ثانیہ | الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔

معاشر مسلمین! اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہم پر یہ ہے کہ اس نے ہم کو اسلام کی نعمت نوازا، اور اسلام کی نعمت ہم کو جس ذریعہ سے پہنچی ہے وہ اللہ کے رسول برحق کی ذات ہے۔ لہذا جس طرح ہم پر اللہ کا کرم اور اس کی حمد و ثنا واجب ہے، اسی طرح اللہ کے رسول پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا بھی واجب ہے۔ اللہ ہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی ال ابراہیم انک حمیدٌ تجیدٌ۔ اس کے بعد ہمیں دعائے رحمت کرنی چاہئے حضور کے اصحاب اہل بیت پر، اور خصوصاً آپ کے خلفائے راشدین حضرات ابوبکر صدیق و عمر بن الخطاب و عثمان ابن عفان و علی ابن ابی طالب پر کہ یہی حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح پیروی کر کے ہمارے لئے ایک روشن راستہ چھوڑ گئے ہیں۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔

اس کے بعد دعا کیجئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو راہِ راست پر قائم رکھے اور گمراہی سے بچائے۔
 خدایا ہمیں حق کو حق کر کے دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق دے۔ اور ہمیں باطل کو باطل کر کے دکھا
 اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ خدایا جو تیرے دین کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور ہمیں اس کا سہارا
 بنا۔ اور جو تیرے دین سے منہ پھیرے تو بھی اس سے منہ پھیر لے اور ہمیں اس کے فتنے میں پڑنے سے
 بچا۔ خدایا! دنیا میں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ بر و بکر میں فساد پھوٹ پڑا ہے، ایک
 تلاطم ہے جس میں تیرا نام لینے والوں کی ٹوٹی ہوئی کشتی تھپیڑے کھا رہی ہے۔ خدایا! تو ہی ہم کو علم کا
 نور دینے والا ہے کہ سیدھا راستہ دیکھ سکیں اور تو ہی ہمیں طاقت بخشنے والا ہے کہ اس طوفان سے
 صحیح و سالم بچ کر نکل سکیں۔ خدایا! تیرا ہی وعدہ ہے کہ اُدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ ہذا ہم تجھ سے
 دعا کرتے ہیں اور تو اسے قبول کر! رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

عباد اللہ! اِنَّ اللہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی
 وَیَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغٰی۔ یُعْظِمْ لَکُمْ عَلٰمَکُمْ تَذٰکِرُوْنَ۔ اذْکُرُوْا
 اللہَ یٰذِکْرُکُمْ وَاَدْعُوْهُ یَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ وَلِذٰکُرِ اللہَ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوَّلٰی وَاَعْزٰ
 وَاَجَل وَاَہَم وَاَتَم وَاَقْوٰی وَاَکْبَر۔

مطبوعات

مقالہ ششہیلی حصہ چہارم، حصہ پنجم
 حصہ ششم، حصہ ہفتم

مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے مستقل تصانیف کے علاوہ مختلف عنوانوں پر متعدد مضامین لکھو تھے جن میں سے اکثر آئندہ میں شائع ہوئے تھے۔ مولانا مرحوم کا محققانہ اصول نگارش جس طرح ان کی مستقل تصنیفات میں نمایاں ہے، اسی طرح ان کے متفرق مضامین میں بھی موجود ہے۔ ادارہ دار المصنفین، جو مرحوم کی یادگار ہے، ان قابل قدر علمی جواہر یاروں کو جو مختلف مقامات میں کبھر بڑے تھے، حسن ترتیب کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کر رہا ہے۔ ایک اس سلسلہ کی سات جلدیں نکل چکی ہیں۔ آخر کی چار جلدیں اس وقت زیر تصدیق ہیں۔

حصہ چارم تنقیدی مباحثہ پرتل ہے۔ سترہ کتابوں پر فی تبصرے ہیں۔ ان کتابوں میں اکثر وہ بلند پایہ اسلامی تصنیفات ہیں جو آج یورپ کی بدولت ہر گلی کوچے میں پھیل چکی ہیں، لیکن نصف صدی پیشتر تک خود مسلمان ان کے نام سے بھی بہت کم واقف تھے۔ اگرچہ ان مقالات کی حیثیت محض تبصروں کی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بجائے خود مفید، مدلل اور پر از معلومات مضامین ہیں۔ اور مولانا کا کمال خاص یعنی ان کا ذوق تنقیدی تو ایک ایک فقرہ میں جھلک رہا ہے۔ بالخصوص ”مدن اسلام“ کے مصنف جرجی زیدان نے اپنی کتاب میں جن متعصبانہ عیاروں سے اسلام کی مدح کے پردہ میں تنقیص کی تھی، اور جس کی نظریہ اچھا

دیدہ ووروں کو چرکا دے گئی تھی، ان کی پردہ دری نہایت بالغ نظری سے کی گئی ہے۔

حصہ پنجم تاریخ و سیر متعلق ہے۔ اس میں مشاہیر اسلام کے سوانح حیات ہیں۔ تاریخ مولانا مرحوم کا خاص فن تھا، اس لئے ان مضامین کی نسبت کسی تفصیلی اظہار رائے کی ضرورت نہیں۔ معتزلہ اور اعتزال کی تاریخ بیان کرتے ہوئے جگہ جگہ مصنف نے ”اعتزال“ کو ”عقلیت“ سے تعبیر کیا ہے مگر یہ تعبیر ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اعتزال کو نہ تو خالص اسلامی عقلیت کہا جاسکتا اور نہ یونانی۔ بلکہ یہ بین بین کی ایک خام فلسفیت ہے جس میں ایک طویل عرصہ تک مسلمان معقولین اس وقت تک بھٹکتے رہے جب تک علوم عقلیہ نے ان کے اندر نیچگی حاصل نہ کرنی۔ قریبی دور میں جس طرح یورپ کے علوم عقلیہ کی نئی نئی چمکے مک دیکھ کر ہماری آنکھیں خیرہ ہوئی تھیں، اور اب آہستہ آہستہ ان علوم کی گہرائیوں تک پہنچ کر یہ نیچگی دور ہو رہی ہے، اسی طرح ابتدائی زمانہ میں بھی جب مسلمان نے فلسفہ یونان و عجم سے واقف ہوئے تھے تو ان پر یہی خیرگی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، اور وہ کہیں صدیوں میں جا کر دور ہوئی۔ لہذا اگر نئے دور کے اعتزال کو حقیقی معنوں میں ”عقلیت“ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا تو پرانے زمانے کا اعتزال بھی اس نام کا مستحق نہیں۔ اسی طرح ایک موقع پر ضمناً مصنف کے بعض بیانات سے اس خیال کی تائید نکلتی ہے کہ پہلامی علوم کا اصلی سرختمہ یونانی زبان ہے ہمیں اس عمومی فیصلہ کے تسلیم کرنے میں تامل ہے حقیقت یہ ہے کہ ارتقاء تہذیب کی تاریخ میں ہر بعد کی قوم نے پہلے کی قوموں کے کارناموں سے استفادہ کیا ہے اور یہ استفادہ کوئی عیب نہیں ہے مسلمانوں نے بھی جب اس راہ میں قدم رکھا تو اقوام قدیمہ کے کارناموں سے استفادہ کیا۔ مگر مسلمانوں کا اصلی عطیہ (CONTRIBUTION) جس نے افکار انسانی کی رُو کو خیالیت سے واقعیت کی طرف پھیر دیا، اور خصوصاً تجنن سے ہٹا کر تحقیق کی طرف متوجہ کیا، اس کا سرختمہ مجز قرآن حکیم کے کوئی نہیں۔ اس کا نشان ان سے پہلو کی کسی قوم کے علوم میں نہیں ملتا۔

حصہ ششم بھی تاریخی مقالات کا مجموعہ ہے، جن میں عام تاریخی مباحث پر سیر حاصل بحثیں کی گئی ہیں۔